itsurdu.blogspot.com
حالات تاراگڈھ
محمد انیس الدین
ابن
محمد احسن الدین
۷۸۶
یا معین
تاریخ اجمیر شریف
Mohd. Animuddin
Shamsheer Pura
At. & Po- Pimpalgaon Raja
Ta. Khamgaon-444303 (M.S.)
ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ
مصطفائی بکڈپو سیب بازار آگرہ
Price 1 Rs.

۴۸۶

یا معین

تاریخ اجمیر شریف

عرف

حالات تاراگڈھ

یعنی

اجمیر شریف کے تاریخی حالات قلعہ تاراگڈھ کے تفصیلی واقعات

حضرت میراں سید حسین خنگ سوار کی مختصر سوانح حیات

نگاشتہ

حضرت نثار الملک میر احمدی صاحب اجمیری

پبلشر

مصطفائی پریس بک ڈپو سیٹھ بازار - آگرہ۔

قیمت ایک روپیہ

Rashid Ashraf
zest70pk@gmail.com

www.wadi-e-urdu.com

Special Courtesy: My Dear Friend Janab Muhammad Anis Uddin, Kham Gaoon, Maharashtar, India

5 June, 2014

دیباچہ

(از جناب مولانا محمود الحسن خاں صاحب بہار کوٹی اجمیر شریف)

حضرت شاد الملک مولانا میر احمدی کی ذاتِ گرامی مزید تعارف کی محتاج نہیں آپ اس ضعف کبرسنی میں بھی ملک و قوم کی خدمت جس خلوص و تندہی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں اس سے دنیا اور بالخصوص اہل راجپوتانہ بے خبر نہیں آپکی قومی شاعری کا پایا بہت بلند ہے اور طرزِ تخاطب میں ظرافت کی وہی چاشنی موجود ہے جو حضرت اکبر الہ آبادی کا حصہ تھی میں نے اپنے مضمون "لسان العصر اور شاد الملک" مطبوعہ عالمگیر میں وضاحت کے ساتھ میر صاحب کے مزاحیہ کلام پر تبصرہ کیا ہے اور یہاں پر اس موضوع کو ازسرِ نو نہیں چھیڑنا چاہتا۔ میر صاحب کو قدرت نے ایسا دل و دماغ ودیعت پایا ہے جس میں جذبہ مذہب پرستی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے رفاہِ عام اور افادہ عالم فرض ہے کچھ عرصہ سے موصوف نے نثر کے رسالوں کی ترتیب و تدوین کی طرف بھی توجہ مبذول فرمائی ہے اس سلسلہ کی سب سے پہلی کڑی نظارۂ عرس خواجہ اور میر اجمیر ہیں میر اجمیر نے قبول عام کی سند حاصل کرلی ہے اور عام پبلک میں بڑی توقیر و عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے راجپوتانہ کا محکمہ تعلیم بھی تقسیم انعام کے لئے میر اجمیر کی جلدیں ہر سال معقول تعداد میں خریدتا رہتا ہے۔ حالات تاراگڑھ کی ترتیب میں موصوف نے غیر معمولی محنت و جانفشانی کی ہے اور مختلف کتب تاریخ سے مواد فراہم کرکے یکجا کیا ہے امید کہ پبلک اسے بھی عزت کی نگاہ سے دیکھے گی میں میر صاحب کی جانفشانی کو داد دیتے ہوئے انکی کامیابی پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں

بہار کوٹی

اجمیر شریف

اجمیر وسط راجپوتانہ واقع ہے اس کے شمال میں راجپوتانہ مشرق میں کشن گڑھ جنوب میں کوہ اراولی اور بوندی ریاست اور مغرب میں دریائے مولی میں یہ شہر چند بلند پہاڑیوں کے بیچ میں اس طرح واقع ہے جیسے چہار دیواری کے اندر ایک قلعہ۔

اجمیر آگرہ سے ۲۲۸ دہلی سے ۲۳۵ لاہور سے تقریباً ۵۷۰ اور بمبئی سے ۶۸۷ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اجمیر کی آبادی بلحاظ مردم شماری ایک لاکھ چودہ ہزار کے قریب تھی جس میں ۸۰ فی صدی ہندو ۹ فیصدی مسلمان اور ۳ فی صدی کرسچین وغیرہ ہیں۔ مگر موجودہ مردم شماری میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اجمیر کی آب و ہوا بالعموم نہایت عمدہ اور صحت بخش ہے۔ موسم گرما اور موسم سرما دونوں معتدل ہیں بارش کا موسم نہایت لطیف اور کیف افزا ہوتا ہے۔ پہاڑیوں پر بادلوں کا دلکش نظارہ عجیب سماں پیش کرتا [illegible] کا اوسط تقریباً ۲۱ انچ سالانہ ہے۔

تاریخی نقطہ نگاہ سے اجمیر غیر معمولی شہرت کا حامل ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ اجمیر ہمیشہ مختلف اقوام کی افواج کا جولان گاہ بنا رہا۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے واضح ہوگا کہ مختلف دور میں مختلف سلطنتیں قائم ہوتی اور بگڑتی رہیں اور فی الجملہ ۱۸۱۸ء میں سلطنت انگلیشیہ کے زیر نگیں ہوا اور اب اگست ۱۹۴۷ء سے کانگریس گورنمنٹ کے راج میں ہے۔

حکمرانِ اجمیر اور ان کا دورِ حکومت

چوہان	سنہ [illegible]ء سے	سنہ ۱۱۹۱ء تک	۹۲۷ سال
سلطان محمد غوری	سنہ ۱۱۹۲ء سے	سنہ ۱۱۹۳ء تک =	۱ سال
چوہان	سنہ ۱۱۹۴ء سے	سنہ ۱۱۹۵ء تک =	۱ سال
پٹھان	سنہ ۱۱۹۰ء سے	سنہ ۱۴۰۰ء تک =	۲۱۵ سال
سندھ میواڑ	سنہ ۵۰۰ء سے	سنہ ۱۴۵۵ء تک =	۵۵ سال
سلطان مانڈو	سنہ ۱۴۵۵ء سے	سنہ ۱۵۰۵ء تک =	۵۰ سال
میواڑ کا سسودیا خاندان	سنہ ۱۵۰۵ء سے	سنہ ۱۵۳۴ء تک =	۲۹ سال
والئ گجرات	سنہ ۱۵۳۴ء سے	سنہ ۱۵۳۵ء تک =	۱ سال
راٹھور میواڑ	سنہ ۱۵۳۶ء سے	سنہ ۱۵۵۶ء تک =	۲۰ سال
خاندان مغلیہ	سنہ ۱۵۵۶ء سے	سنہ ۱۷۱۹ء تک =	۱۶۵ سال
راٹھور مارواڑ	سنہ ۱۷۱۹ء سے	سنہ ۱۷۲۱ء تک =	۳ سال
خاندان مغلیہ	سنہ ۱۷۲۲ء سے	سنہ ۱۷۴۳ء تک =	۲۱ سال
راٹھور مارواڑ	سنہ ۱۷۴۳ء سے	سنہ ۱۷۵۶ء تک =	۱۳ سال
رام سنگھ مارواڑ	سنہ ۱۷۸۴ء سے	سنہ ۱۷۸۶ء تک =	۲ سال
سندھیا گوالیار			
سندھیا گوالیار			
راٹھور مارواڑ	سنہ ۱۷۸۷ء سے	سنہ ۱۷۸۷ء تک =	۲۹ سال
سندھیا گوالیار	سنہ ۱۷۹۱ء سے	سنہ ۱۸۱۸ء تک =	۲۷ سال

برٹش گورنمنٹ ۱۸۱۸ء سے ۱۹۴۷ء تک ۔ ۱۲۹ سال
کانگریس حکومت ۱۹۴۷ء

اس حساب سے ۱۲۹ سال تک اجمیر برطانیہ کے زیر رہا۔ اس مختصر تمہید کے بعد میں اپنے اس موضوع کی طرف کرتا ہوں۔

تارا گڈھ

جائے وقوع۔ اجمیر کا مشہور و معروف قلعہ تارا گڈھ جو قدیم ہندوستانی گیتوں میں گڈھ بیٹھلی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اور تاریخی نقطۂ نگاہ سے مایہ الامتیاز اہمیت کا حامل ہے درگاہ خواجہ غریب نواز کے گوشۂ جنوب میں بیٹھلی نام پہاڑی پر واقع ہے یہ پہاڑی سطح سمندر سے ۲۸۵۵ فٹ اور سطح زمین سے ۸۰۰ فٹ بلند ہے اور اس کی اوپری سطح ہموار واقع ہوئی ہے پہاڑی کی سطح مرتفع کا رقبہ ۸۰ ایکڑ بتلایا جاتا ہے اس چہار دیواری قدیم عمارتوں اور مینار روں کے نشانات پر مشتمل ہے جسکی تعمیر اجے پال کی رہین منت ہے۔

یہ پہاڑ شہر اجمیر کے ٹھیک وسط میں واقع ہے اور یہاں سے شہر اجمیر بخوبی نظر آتا ہے۔ شہر اجمیر کے ہر حصّے سے یہ پہاڑ نظر آتا ہے اور اجمیر آنے والی اور اجمیر سے جانے والی گاڑی سے مسافر بھی اس کا نظارہ کر سکتے ہیں اور یہ پہاڑ سلسلہ کوہ اراولی کی شمالی و مشرقی شاخ ہے۔

مورچے کی دیواریں علاوہ انکے مقامات کے نا قابل عبور اور دشوار گذار ہیں غیر معمولی طور پر مضبوط و مستحکم ہیں اور عریض و طویل پتھروں سے ۱۲ فٹ بلند

بنائی گئی ہیں۔ اور پہاڑی کے ہر نشیب پر گول میناروں کے ذریعہ مضبوط کر دی گئی ہیں۔ قلعہ کے جنوبی حصہ کے ان مقامات کے علاوہ جہاں راس زمین نمودار ہو گئی ہے سب کا سب پختہ اور ہر اعتبار سے غنیم کے حملوں سے محفوظ اور مامون ہے اس کا استحکام زیادہ تر پہاڑ کی ناہمواری اور بلندی پر ملتی ہے۔

وجہ تسمیہ

چونکہ یہ قلعہ بیٹھلی نامی پہاڑی پر واقع ہے اس لئے اسے گڑھ بیٹھلی بھی کہتے ہیں۔

تاریخ چہار چمن چتر من میں جو اٹھارہویں صدی کی تصنیف بتلائی جاتی تحریر ہے کہ چونکہ بیٹھل داس گوڑ نے (جو شاہجہاں کا سپہ سالار تھا) اپنی صوبہ اجمیر کی گورنری کے زمانہ میں اس کی مرمت کرائی تھی۔ اس لئے اس کے نام گوڑ نشینی کے بعد ہی سے یہ قلعہ گڑھ بیٹھلی کے نام سے موسوم ہوا۔

منشی گنگا رام ذیوکر کی تالیف کردہ جغرافیہ اجمیر میرواڑہ میں تاراگڑھ کے وجہ تسمیہ یہ بتائی گئی ہے کہ چوہان خاندان کے راجہ (اجے) نے ۱۴۵ء میں ناگ پہاڑ پر ایک قلعہ بنانا چاہا لیکن کسی سبب سے نہ بنا سکا۔ تب تاراگڑھ کے پہاڑ کے اوپر قلعہ بیٹھلی بنوایا اور نزدیک تر میں شہر آباد کیا چونکہ میر کے معنی پہاڑ کے ہیں اس لیے اس پہاڑی قلعے سے شہر کا نام اجمیر یا اجمیرہ ہوا اس راجہ کے خاندان کی دیوی آشاپورنا تارا تھی اس لیے اس قلعہ کا نام بھی تاراگڑھ رکھا گیا۔ نیز چونکہ راجہ نے آخر عمر میں دنیا چھوڑ کر فقیری لے لی تھی اور بال کہلایا اور اجے پال مشہور ہوا۔ اس لئے اس پہاڑ کا نام جہاں وہ رہنے لگا تھا اجے پال پڑ گیا۔

تاراگڈھ کی نسبت محققین کے اقوال

نشت ہیر لکھتا ہے پہاڑی پر ایک قابل دید قلعہ موسوبہ تاراگڈھ واقع ہے جو دو میل کے گھیرے میں ہے۔ لیکن چونکہ اسکی سطح ناہموار در بے ترتیب ہے اس پر دو سو سے زیادہ آدمی نہیں رہ سکتے بہرحال یہ قلعہ ہر اعتبار سے ایک شاندار اسلحہ خانہ ہے بعض بعض جگہوں میں چٹانیں بہت دشوار گذار ہیں۔ ہر موسم میں پانی کا ذخیرہ رہتا ہے کیوں کہ چٹانوں کو کاٹ کر حوض بنا لیے گئے ہیں بہت سے ایسے تہ خانہ ہیں جن پر بم کا زد کارگر نہیں ہو سکتا اور کنویں کی شکل کے ذخائر بھی ہیں جن میں پہلے غلہ اور گھی رکھا جاتا ہوگا۔

تاریخ اخبار الاخیار کے بیان کے مطابق یہ قلعہ ہندوستان کا پہلا قلعہ ہے جو پہاڑی پر تعمیر ہوا۔ یہ ساتویں صدی عیسوی میں پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا تھا اور اجمیر دورگ کے نام سے موسوم ہوا۔ ساتویں اور نویں صدی عیسوی کے مابین نمودار ہونیوالے سیاسی انقلاب کی زد میں اس نے اپنے شہرۂ آفاق عزت کو بدستور قائم رکھا اور اپنی غیر معمولی پائیداری کا ثبوت دیا ذیل محاصرے اس قلعہ کی مضبوطی اور استحکام کے شاہد ہیں۔

تاراگڈھ پر مختلف اقوام کے حملے

اجمیر کی طرح یہ قلعہ بھی مختلف تعدد فوجوں کی آماجگاہ بنا رہا تھا اس کی تسخیر کی تمنا نے تقریباً ایسے راجا مہاراجہ کو اس کی طرف راغب کیا اس قلعہ نے انقلاب دیکھے ہیں لیکن اس کے غیر معمولی استحکام میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں واقع ہوا

ولید کا حملہ

اس قلعہ پر سب سے پہلا حملہ غالباً آٹھویں صدی عیسوی میں ہوا جبکہ مسلمانوں کے سپہ سالار ولید نے سندھ کی فتح یابی کے بعد راجپوتانہ کے وسط میں داخل ہو کر اس پر حملہ کیا اس حملہ کا کیا نتیجہ ہوا تاریخ اس بارے میں خاموش ہے۔ دوسرا حملہ سلطان محمود غزنوی نے ۱۰۲۴ء میں کیا سلطان کئی دنوں

محمود غزنوی کا حملہ

تک محاصرہ کئے ہوئے پڑا رہا اور فی الجملہ محاصرہ سے روگرداں ہو کر اور زخمی ہو کر علاقہ نہروالا کی طرف چلا گیا

اس حملہ کے ۱۷۰ سال بعد تک اس کی فراغت رہی اور کوئی دوسرا حملہ اس عرصہ میں نہیں ہوا

شہاب الدین غوری کا حملہ ۱۱۹۲ء

سلطان شہاب الدین غوری نے پرتھوی راج کو تھانیسر کے مقام پر شکست فاش دی اور اجمیر کا رخ کیا اور بہت ہی جلد بزور شمشیر اس قلعہ پر قابض ہو گیا

ہیراراج کا حملہ

پرتھوی راج کے چھوٹے بھائی ہیراراج نے بہت ہی جلد جبکہ شہاب الدین ہندوستان سے واپس چلا گیا تھا مسلمانوں سے اسے پھر واپس لے لیا۔

قطب الدین کا حملہ

قطب الدین نے ۱۱۹۵ء میں پھر اس پر قبضہ کر لیا قطب الدین نے سید حسین مشہدی کو جو قطب الدین کے سپہ سالار تھے اجمیر کا گورنر اور تارا گڑھ کا قلعہ دار مقرر کیا۔ اسی سال پھر قطب الدین گجرات کے راجہ بھیم سے ایک معرکہ میں شکست کھا کر تارا گڑھ میں پناہ گزین ہوا۔

میر اور راجپوتوں کا حملہ

تھوڑے ہی عرصہ بعد میر اور راجپوتوں نے [illegible] گڑھ [illegible] محاصرہ کر لیا اور قریب [illegible]

ہے لیکن غزنی سے تازہ کمک آجانے کی وجہ سے انھیں ناکامیابی ہوئی اور آخرکار محاصرہ اٹھا لینا پڑا۔ اس کے بعد یہ قلعہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔

سسودیوں کا حملہ ۱۳۹۶ء و ۱۴۰۹ء کے مابین کسی عرصہ میں جس کا تاریخ سے صحیح پتہ نہیں چلتا، سسودیوں نے پھر حملہ کردیا اور مارواڑ کے سپہ سالار کی سرکردگی میں لڑ کر قلعہ پر اپنا تسلط جما لیا۔

علاؤالدین خلجی کا حملہ ۱۳۰۵ء میں علاؤالدین خلجی نے حملہ کیا۔ گورنر کمجا ہر رائے نے سرفروشانہ طریقہ پر بہادری اور جانبازی میں قلعہ کی حفاظت میں کام آیا۔

پرتھوی راج۔ ۱۵۰۵ء میں پرتھوی راج نے پھر اس پر تسلط پالیا۔ اس مہم میں مسلمانوں کا گورنر کام آیا۔

بہادر شاہ کا حملہ۔ بہادر شاہ والئے گجرات نے ۱۵۳۲ء میں حملہ کیا اور قلعہ پہ قابض ہو گیا۔

حاجی خاں کا حملہ ۱۵۵۵ء میں حاجی خاں خاندان سُور کا ایک عہدیدار نے اس پر قبضہ کرلیا لیکن اس کے دوسرے سال سید قاسم خاں نیشاپوری نے اس پر بہت آسانی سے قبضہ کرلیا۔

اورنگزیب کا حملہ جب شہزادہ دارا شکوہ عالمگیری فوج سے شکست کھا کر اجمیر آیا اور اس قلعہ میں پناہ گزیں ہوا۔ اورنگزیب نے ایک طوفانی حملہ کیا اور بڑی جنگ جدل کے بعد ۱۶۵۹ء میں قلعہ کو فتح کرلیا اس طرح تاراگڑھ ۱۷۲۰ء تک مغلوں کے قبضہ میں رہا۔

اجیت سنگھ کا حملہ
شاہی افواج

سنہ ۱۷۲۳ء میں مہاراجا اجیت سنگھ نے اس پر قبضہ کر لیا
جولائی سنہ ۱۷۲۳ء میں شاہی افواج نے جیپور کے مہاراجہ
جے سنگھ حیدر قلی اور ارادت خاں بنگش کے زیر سرکردگی قلعہ کا محاصرہ کر لیا
یہ محاصرہ متواتر چار ماہ تک قائم رہا۔ کنور ابھے سنگھ گورنر اجمیر مقابلہ کے
واسطے باہر آیا اور حفاظت کے لئے امر سنگھ کو تعینات کیا اور
فی الجملہ شکست کھائی۔

ابھے سنگھ کا حملہ

مہاراجہ ابھے سنگھ والئے مارواڑ نے ۱۷۳۵ء میں
ایک طویل محاصرے کے بعد اس پر قبضہ کر لیا اور مارواڑ میں اسے شامل کر لیا۔

مرہٹے مہاراجہ بجے سنگھ کے دوران حکومت میں مرہٹہ جنرل جے اپال
ناگور میں رات کو لاعلمی میں قتل کیا گیا اور قلعہ تارا گڈھ خونبہا کے طور پر مرہٹوں کو دیدیا گیا

راٹھوروں کا حملہ

سنہ ۱۷۸۶ء میں راٹھوروں نے زیر نگرانی بھیم راج
انگریزی فوج کی مدد سے تارا گڈھ پر حملہ کیا اور فتح پائی سندھیا کو
شکست فاش ہوئی۔ یہ لڑائی لال سوٹھ نامی مقام پہ ہوئی۔

سندھیا نے دوسری فوج راجپوتانہ میں زیر اہتمام جنرل ڈی
ٹورنند بھیجی جو کہ اجمیر میں ۱۵ اگست سنہ ۱۷۹۰ء میں آئی اور آتے ہی
مکمل محاصرہ کر لیا چونکہ قلعہ کی فتح مشکل تھی اور اسے قلعہ کے
ناقابل تسخیر ہونے کا علم ہو چکا تھا اسلئے ایک بڑی بھاری فوج
قلعہ کے اندر چھوڑ کر میرٹھ کو روانہ ہوا۔ اور تادم صلح
سنہ ۱۷۹۱ء قلعہ میں محفوظ رہے۔

۱۸۰۰ء میں جنرل پیرن نے میجر بورکین کو مرہٹہ جنرل لگوادیا جو سندھیا سے باغی ہو گیا تھا چھین لینے کے لئے میجر بورکین دسمبر ۱۸۰۰ء میں اجمیر آیا اور ۸ر دسمبر ۱۸۰۱ء کو تارا گڑھ پر سخت حملہ کیا۔ لیکن قلعہ کی محافظ فوج نے اسے پسپا کیا عرصہ تک گولا باری ہوتی رہی۔ لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ اور تمل بانچ ماہ کے بعد رشوت دے کر قبضہ کر لیا گیا کرنل نکسن اور سر دیوا کر میسر موتی نے ۲۸ر جولائی ۱۸۰۸ء کو اس پر قبضہ کر لیا ۱۸۰۸ء سے ۱۸۳۲ء تک یہاں ایک ہندوستانی فوج رہتی رہی ۱۸۳۲ء میں لارڈ ولیم بینٹنگ نے قلعہ کا معائنہ کیا اور اسی سال قلعہ کو غیر آباد کیا گیا۔

سینیٹوریم ۱۸۶۰ء سے نصیر آباد کے یورپین سولجروں کا سینیٹوریم قرار پایا گیا ۱۸۶۱ء میں انکے رہنے کی جگہ بڑھائی گئی اور ۱۰۰ آدمیوں کے رہنے کے قابل بنایا گیا۔

راستہ اور سڑکیں۔ سرکار انگلشیہ کے قبضہ میں آنے سے قبل قلعہ کا راستہ صرف اندر کوٹ ہو کر تھا جو بہت ڈھلوان تنگ اور دشوار گذار تھا۔ کرنل جی ڈی۔ براؤن جو ۱۸۰۹ء میں اجمیر آیا کہتا ہے "شہر سے قریب ۲ میل سے زائد چٹانی پہاڑیوں پر چلنے کے بعد قلعہ کی پہلی چہار دیواری پر پہونچا جا سکتا ہے۔ ہمارے چند سپاہیوں نے جو قلعہ دیکھنے کی باقاعدہ اجازت حاصل کر چکے تھے۔ بیان کیا کہ پہاڑی کی سطح ناہموار ڈھلوان اور بہت ہی دشوار گذار ہونے کی وجہ سے انہیں بعض جگہوں کو پھاند کر راستہ طے کرنا پڑا۔

۱۸۳۲ء کے بعد جبکہ قلعہ سینیٹوریم کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ راستے قابل عبور بنائے گئے۔ اور پختہ سڑکیں تعمیر کی گئیں مسٹر ایچ۔ بی۔ ڈبلیو گرک نے ۱۸۸۳ء

میں کہا تھا کہ قلعہ کے جانے کا راستہ بتدریج بلند ہوتا گیا ہے اور ایک نہایت عمدہ راستہ قلعہ تک بنا ہوا ہے اور علاوہ دو رویہ سڑکوں کے پگڈنڈی راستے بھی ہیں۔

(۱) ایک راستہ شہر سے بڑے پیر اور نانا صاحب کا جھالرہ اور کھڑکی دروازہ ہوتے ہوئے جاتا ہے۔ اب اس کو گبسن روڈ کہتے ہیں۔ جیسے مسٹر اے جی گبسن کمشنر اجمیر میرواڑہ کے زمانہ کمشنری میں ۱۹۳۳ء میں پایۂ تکمیل کو پہونچایا گیا۔ کھڑکی برج ہو کر سمبلپور رباس کے اس سرے تک۔

فصیلیں

اندر کوٹ۔ کیلہ باد۔ دامبا وہ ہوتے ہوئے ہم ایک چکر دار راستہ پر پہونچتے ہیں اور ایک شاندار پیچدار راستے سے اترتے ہوئے وسط راہ میں لکشمی پول پر پہونچتے ہیں۔ یہ قلعہ کی سب سے بڑی فصیل کا دروازہ

لکشمی پول

ہے اور میناروں سے گھرا ہوا ہے اسی میں ہو کر خوبصورت گھائی چشمہ کو جاتے ہیں یہ وہی پول ہے جس کے متعلق حسب ذیل دوہا زبان زد عوام ہے ـــ

انا ساگر پول بیچ بیچ چتر وستان
لکھ گنگا کو جھار بیچ پیچو کال و کال

لکشمی پول سے گذر کر ہم قلعہ کی دیوار کی دوسری لائن پر آتے ہیں جس میں جانے کے لئے ایک شکستہ دروازہ سے ہو کر جس کو پھوٹا دروازہ کہتے ہیں جانا پڑتا ہے پیچ دار راستہ سے اترتے ہوئے ادھر کے دروازے کے قریب ایک چھوٹے مینار اور ایک کھڑے کے نشانات ملتے ہیں جن کو گو گندی کی کھڑکی کہتے ہیں اس دروازہ (لکشمی پول) کے سامنے ہی نور چشمہ جہانگیر اور چلہ بی بی

حافظ جمال اور مزار تاتا توتا شہید پر جاتے ہیں اور اجمیر قدیم بھی یہیں واقع ہے
قلعہ کے صدر دروازہ کو بڑا دروازہ کہتے ہیں اور عہد اسلامی میں اسے فتح دروازہ
کہتے ہیں۔ پہلے قلعہ کا صرف ایک دروازہ تھا بعد میں ایک کھڑکی جو ستے برج
کے پاس صدر دروازہ سے بجانب مشرق کھولی گئی تھی یہ دروازہ عجیب و
غریب ساخت کا ہے اور آنِ واحد میں ناقابل گذار بنایا جا سکتا ہے۔ لقیہ

بھوانی پول دریچے جانب شمال و مغرب ہیں اور اس میں سے ہو کر لقیہ
کو چھوڑ کر سب چھوٹی پہاڑیوں کے آس پاس بہت دور
تک چلے گئے ہیں۔ جو دروازہ تک رہنمائی کرتا ہے۔ اس کا نام بھوانی پول ہے
اسی کے قریب ہاتھی پول اور آرپوٹ کے دروازہ ہیں۔

بُرج گھونگھٹ قلعہ کی دیوار میں ۱۴ برج ہیں بڑے دروازے
سے مشرق کی طرف کے پہلے تین برج کے نام بالترتیب
گھونگھٹ گوگا دی اور بھوٹا ہیں۔ چوتھا نقارچی کا برج ہے۔

شہر کا قریبی راستہ یہ شہر کا قریبی راستہ ہے

سنگا چندی پانچویں برج کا نام سنگار چندی ہے اور یہ اس عمارت
کے قریب واقع ہے جسے ۱۸۶۵ء میں میجر ڈکسن ڈپٹی کمشنر
نے تعمیر کرایا تھا۔

ارہر کا اٹہ چھٹویں برج کا نام ارہر کا اٹہ ہے

جانو نانک اس کے قریب ہی جانو نانک کا برج ہے۔

پیپلی والا برج - اس سے دوسرا والا برج پیپلی والا برج ہے۔

ابراہیم شہید کا برج - نواں ابراہیم شہید کا برج ہے۔

دورانی کا برج - دسواں دورانی کا برج ہے یہ موضع دورانی نام پر موسوم ہے جو اجمیر سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔

باندرہ برج - گیارہویں برج کا نام باندرہ ہے۔

املی کا برج - بارہویں کا نام املی کا برج ہے۔

کھڑکی کا برج تیرھویں کا نام کھڑکی کا برج ہے۔

فتح برج - چودہویں برج کا نام فتح برج ہے یہ شہید دروازہ کے متصل واقع ہے۔ اسکے اوپر مستحکم برج ہیں۔ جنپر کسی زمانہ میں توپیں رکھنے کے چبوترے بنائے گئے ہیں ان کے سرے پر اس جنوب کی طرف سرے والا برج کھائی کا برج کہلاتا ہے جبکہ اوپر کا برج کھڑکی کے برج کے نام سے موسوم ہے ان تینوں برجوں میں کھائی کا برج زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اس برج پر سے ایک ناہموار چٹانوں کا سلسلہ دراز نظر آتا ہے جس میں پانی کے دو چھوٹے ذخیرے ہیں اس کے پاس حسین برج واقع ہے جہاں سے نصیر آباد کا راستہ صاف نظر آتا ہے انکو دیکھ کر قدیم بہادران وطن کے جانباز قصوں کی یادگار تازہ ہو جاتی ہے اور اب یہاں پر گذشتہ جنگ ہائے عظیم کا کوئی نشان نہیں پایا جاتا اور ان کی خاموشی کو دیکھ کر تھوڑی دیر کے لئے بھی یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ یہ وہی جگہیں ہیں جہاں بڑے بڑے نامور جانبازوں نے اپنے جوہر دکھاتے تھے۔

ذرائع آب رسانی | قلعہ کے اندرونی حصہ میں پانی جمع رکھنے کیلئے پانچ

قدیم جھالرے ہیں اور باہر کی طرف بھی ایک حوض بنا جو خدا لدگر نانا صاحب کا

نانا صاحب کا جھالرہ

جھالرہ کہلاتا ہے۔ اور نقارچی کے برج کے قریب جب کو شیواجی نانا گور نر اجمیر نے سال ۱۷۹۱ء میں بنوایا تھا واقع ہے

گول کول جھالرہ

اسی برج کے قریب اندرونی حصّہ میں ایک دوسرا جھالرہ ہے جو گول جھالرہ کہلاتا ہے اس کی تعمیر بھی نانا صاحب کی مرہونِ منّت ہے۔

ابراہیم شریف کا جھالرہ

ایک دوسرا جھالرہ جو کسی قدر عریض طویل ہے اور ابراہیم شریف کا جھالرہ کہلاتا ہے اپنے ہم نام برج کے قریب واقع ہے۔

بڑا جھالرہ

باندرہ برج کے پاس ایک بڑا جھالرہ ہے جو لیکن مرمّت شدہ معلوم ہوتا ہے ان کے علاوہ بڑا جھالرہ ہے جو شاید تعمیر قلعہ کے زمانہ ہی کا بنا ہوا ہے۔ چار چھتریوں میں سے جو اس کے چاروں کونوں پر تھیں اب صرف ایک باقی ہے۔

کربلا

برخلافِ دستور مسلمانوں نے اجمیر تارا گڈھ کے مسلمانوں نے اپنے تعزیہ کو جھالرہ کے پاس سہ دری کے روبرو ایک احاطہ میں جس کو کربلا کہتے ہیں جہلم کو دفن کرتے ہیں۔ اس موقعہ پر آدمیوں کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے۔ اور تارا گڈھ پر نہایت شاندار مجالس منعقد ہوتی ہے۔ وہ جھالرہ گھی اور تیل کا اسٹاک رکھنے کے بنائے گئے ہیں جو قلعہ میں گھر جانے والی فوجوں کے دستوں کے خرچ میں آتے تھے۔

بشپ خورجو ۱۸۲۵ء میں اجمیر آیا تھا ان دونوں جالروں کو کنوؤں سے تعبیر کرتا ہے اب یہ پُر کردیئے گئے ہیں اور ہموار زمین کی شکل میں نظر آتے ہیں۔

آبادی

تاراگڑھ کی آبادی درگاہ سید میراں صاحب کے خادموں پر مشتمل ہے اور تقریباً اسی خاندان جن کی انفرادی تعداد ۵۰۰ کے قریب ہے۔ بستے ہیں یہ سب کے سب اہلِ سنت الجماعت ہیں۔

ڈاک بنگلہ

ایک سرکاری ڈاک بنگلہ برائے قیام مسافران بنا ہوا ہے ایک ریسٹ ہاؤس ریلوے کمپنی کی طرف سے ریلوے کے افسران کے قیام کے لئے بنا ہوا ہے۔ ایک بنگلہ مشن والوں کے استعمال کے لئے بھی بنا ہوا ہے۔

انگریزی عمارتیں

مذکورہ بالا بنگلہ اور ایک بارک جو سفر حیثیت ملٹری کی ضروریات کو مدِنظر رکھتے ہوئے بنوائی تھیں۔ انگریزی حکومت کی یادگار ہیں۔ اب یہ خالی پڑی ہوئی ہیں۔

درگاہ میراں صاحب

درگاہ قلعہ کی سب سے اونچی سطح پر واقع ہے یہ ایک مستطیل عمارت ہے۔ حضرت میراں سید حسین خنگ سوار اس میں آسودۂ خواب ہیں حضرت میراں کی وفات کے ۳۰۰ سو سال بعد درگاہ کی عمارت تعمیر ہوئی اور مراہم زیارت عمل میں آئے۔

ابوالفضل کا بیان

شاہ اکبر کا وزیر اعظم مصنف آئین اکبری و اکبرنامہ اکبر کے ورود اجمیر کے سلسلہ میں لکھتا ہے بروز دیگر تماشہ قلعہ اجمیر کو بر فعلہ کوہے واقع است متوجہ

شدند۔ و در آں عالی مقام بہ زیارت حسین خنگ سوار کہ در زبان عوام از اولاد امام زین العابدین است پرداختہ تبرک جستند۔ و تحقیق آنست کہ سید از ملازمان شہاب الدین غوری است ہنگامے کہ فتح ہندوستان کردہ مراجعت نمودہ اورا بہ اشقداری اجمیر گذاشت۔ و در آنجا نقد حیات سپرد بمرور ایام فیمابین عوام بہ ولایت مشہور گشت و تربتش مطاف عالمیان شد۔"

ترجمہ (اور دوسرے روز ہم اجمیر کا قلعہ جو ایک پہاڑی پر واقع ہے دیکھنے کیلئے روانہ ہوئے اور اس مقام مقدس پر حسین خنگ سوار کے مزار کی زیارت سے مشرف ہوئے اور تبرک حاصل کیا۔ سید صاحب اولاد امام زین العابدین سے بتائے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سید صاحب شہاب الدین غوری کے ملازمین میں تھے اور جبکہ شہاب الدین غوری ہندوستان فتح کرکے واپس جا رہا تھا سید صاحب کو اجمیر کا افسر اعلیٰ مقرر کیا۔ سید صاحب کا یہیں پر انتقال ہو گیا اور ایک زمانے کے بعد لوگوں کی کثیر جماعت انکے مزار پر بغرض زیارت آنے لگی اور انکا مزار مطاف عالمیان ہو گیا۔

سوانح حضرت میراں صاحب

کتب تواریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت میراں سید حسین کے چچا سید وجیہ الدین مشہدی اجمیر کے گورنر تھے۔ جب قطب الدین ایبک نے دوبارہ اجمیر فتح کیا تو سید وجیہ الدین مشہدی کو یہاں کا گورنر مقرر کیا۔ سید وجیہ الدین حضرت امام زین العابدین کی اولاد سے تھے اور میراں سید حسین خنگ سوار انکے بھتیجے تھے۔ سید وجیہ الدین کی وفات پر سید حسین خنگ سوار انکی جگہ قلعہ دار مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۲۰۲ء مطابق ۵۹۹ھ میں راجپوتوں نے ایک خفیہ سازش کی اور تارا گڑھ پر شبخون مارنے کا ارادہ کیا [illegible]

میں قلعدار اور حاکم یہیں رہتا تھا۔ غرض کہ ایک زبردست معرکہ ہوا اور میراں صاحب بے شمار مسلمانوں کے ساتھ ۱۷ رجب کی شب کو شہید ہو گئے۔ آپ کا مفصل ذکر کتب تواریخ میں نہیں ملتا۔ البتہ کہیں کہیں ضمناً ذکر آ گیا ہے۔ اس سے اسقدر پتہ چلتا ہے کہ شہاب الدین غوری کے عہد میں آپ یہاں شقدار یعنی محصل (لگذاری) بار ریونیو کلکٹر مقرر ہو گئے۔

تاریخ فرشتہ میں آپ کو شیعہ مذہب کا مقلد تحریر کیا گیا ہے۔ لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کو مغالطہ ہوا ہے۔

عرس

آپ کا عرس ہر سال ۱۷ رجب کو نہایت شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ علاوہ لوٹنے کی رسم جو قل کے بعد (۱۸ رجب کو) عمل میں آتی ہے۔ غالباً مرہٹوں کی یادگار ہے اور ہمارے نزدیک قابل اصلاح ہے امید ہے کہ درگاہ کمیٹی تارا گڈھ اس طرف خاص توجہ مبذول کرے گی۔ عرس کے موقعہ پر درگاہ کی جانب سے غربا و مساکین کو لنگر تقسیم کیا جاتا ہے اور معقول رقم خرچ ہوتی ہے۔ شب کو قوالی ہوتی ہے۔ اور صبح کو قل۔ شہر اور اکناف شہر سے انبوہ کثیر شریک عرس ہوتا ہے۔

زائرین کے قیام و طعام کا انتظام

معزز زائرین ڈاک بنگلہ پر قیام کرتے ہیں متوسط طبقہ درگاہ یا خدام آستانہ کے مکانوں پر قیام کرتے ہیں۔

عموماً لوگ شہر سے کھانا اپنے ہمراہ لیجاتے ہیں لیکن ایام عرس میں دوکانیں بھی لگ جاتی ہیں اور شیرینی اور پھل سب کچھ دستیاب ہو جاتے ہیں۔

ذرائع آمد و رفت

جو عورتیں اور بچے ڈولی پر جاتے ہیں اور

پیدل جاتے ہیں سب سے اچھا راستہ گیبسن روڈ کا ہے جو سنہ ۱۹۳۲ء میں بنی ہے۔ ڈولیاں درگاہ شریف اور ترپولیہ گیٹ پر رکتی ہے ڈولیوں کی آمدورفت کا کرایہ کچھ زیادہ نہیں

اندرون درگاہ

درگاہ میں مشرق کی طرف سے ایک دروازہ کے ذریعہ جس کا نام ڈھول ہے داخل ہو سکتے ہیں اس دروازہ کے اوپر ایک ایک بلند دروازہ ہے جسے کہ دروازہ کہتے ہیں۔ یہ ۴۴ فٹ اونچا اور ۲۰ فٹ چوڑا ہے اسے اسمٰعیل قلی خاں صوبیدار اجمیر نے ۹۷۶ھ مطابق ۱۵۶۹ء بعہد حکومت اکبری تعمیر کرایا تھا۔ یہ لال پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ دروازہ کے راستہ میں داہنی طرف ایک دالان ہے جسے نقار خانہ کہتے ہیں۔ صحن چراغ جو صحن کو روشن کرتا ہے اور ایک دالان صحن کے شمال و مغرب میں واقع ہے۔ دروازہ کی شمالی دیوار میں نصب شدہ پتھر پر حسب ذیل اشعار کندہ ہیں:۔

بہ عہد بادشاہ عالمیاں قدر
پناہِ ملک و ملت ظلِ یزداں
جلال الدین محمد اکبر آں شاہ
کہ دارد در نگیں ملک سلیماں
بدیں درگاہ کہ ہم چوں کعبہ آمد
سوادش عین نور و نورِ اعیاں
بنا فرمود ایں ایوانِ عالی
کریم الذات اسمٰعیل قلی خاں
زکار خود کشا تاریخ اتمام
اگر خواہد کسی می باید آساں

کتبہ از احقر درویش محمد الکاہی

ایک چھوٹے دروازہ سے ہو کر جو بلند دروازہ کے مقابل ہے۔ اندرون صحن میں جانا ہوتا ہے۔ اس صحن کے اندر سید حسین صاحب کا مزار ہے مزار کے دروازہ کے اوپر جس پر ہمیشہ سبز غلاف پڑا رہتا ہے میراں صاحب کے گھوڑے خنگ کا مزار ہے۔

مزار اقدس

مزار ایک مربع شکل کی عمارت ہے جس کے جنوب مغرب کی جانب سہ دریاں ہیں جنوب کی طرف کے دالان کا کچھ حصہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ جسے بالا راؤ انگلیا نے سنہ ۱۲۲۲ھ مطابق سنہ ۱۸۰۷ء و سنہ ۱۸۰۸ء میں بنوایا تھا۔ مغربی دالان کو مانجی راؤ سندھیا نے سنہ ۱۲۲۷ھ و سنہ ۱۲۲۸ھ مطابق سنہ ۱۸۱۲ء و سنہ ۱۸۱۳ء میں بنوایا تھا۔ مزار اس کھلے ہوئے مربع صحن کے وسط میں واقع ہے اور سنگ مرمر کے کٹہرے سے جو تقریباً ۴ فٹ اونچا ہے گھرا ہوا ہے۔ مزار پر کٹہرے کا شامیانہ ہے۔ کٹہرے میں ۲ یا ۳ آئینے بھی نصب ہیں۔ جنوبی دروازے کے کٹہرے پر جو قطعہ تاریخ کندہ ہے اس سے مادہ تاریخ سنہ ۱۸۰۸ء برآمد ہوتا ہے۔

سہ دری پر جو پتھر نصب ہے اس پر حسب ذیل اشعار کندہ ہیں

از شہادت سید الشہدا حسین خنگ سوار
کرد دالان یادہ بالا انگلیا بیش سوار

یک ہزار و دو صد افزوں از ایں کن لیست و
سال ہجرت خانہ بیت اللہ می باید شمار

معدن نور منبع اسرار ہست درگاہ شاہ خنگ سوار

ساخت والاں کرہت رشکِ بہشت   راؤ کمانجی سیندھیا بہ وقار

درگاہ کے شمالی دروازہ کے سامنے کھُلے ہوئے میدان میں دو آہنی دیگیں ہیں ان دیگوں میں عرس کے زمانہ چاول پکتے ہیں اور غربا ء میں تقسیم ہوتے ہیں۔
یہ دیگیں درگاہ خواجہ بزرگوارؒ کی دیگوں سے بہت چھوٹی ہیں ان میں سے ایک شاہ جہانگیرؒ کا عطیہ ہے اور دوسری مُلّا مداری کی نذر ہوئی ہے۔

درگاہ کی آمدنی

درگاہ کے مصارف کیلئے تین مواضعات بطور جاگیر وقف ہیں۔ ان میں سے دو اکبر بادشاہ کے مرحمت کردہ ہیں اور ایک سیندھیا کا دیا ہوا۔ ان کی سالانہ آمدنی چار ہزار تین سو مرسٹھ بتائی جاتی ہے۔

گنجِ شہیداں

گنجِ شہیداں درگاہ کے باہری حصہ میں واقع ہے یہ متعدد مزاروں پر مشتمل ہے۔ یہ مزارات ان مسلمانوں کے ہیں جو ۱۵۰۵ء کے شب خون میں حضرت سیّد حسین خنگ سوار کی معیت میں شہید ہوئے تھے۔
اس کا احاطہ وزیر خاں کلن نے جو عہد جہانگیری کے اُمراء میں سے تھا ۱۶۱۳ء میں تعمیر کرایا تھا۔

ادھرِ سلّا

فتح دروازہ اور جھوٹا دروازہ کے بیچ میں سڑک کے کونے پر ایک بڑا پتھر پڑا ہوا ہے جسے ادھرِ سلّا کہتے ہیں۔ اس کے کچھ حصہ پر سفیدی بھی کی ہوئی ہے اور بقول حضرات خدام اسے ہندو ساحر نے بزور سحر میراں صاحب کے سر پر جب وہ مصروف نماز تھے پھینکا تھا۔ میراں صاحب نے اس پتھر سے کہا کہ اگر تو منجانب اللہ ہے تو خوشی سے

میرے سر پہ آیا ورنہ ٹھہر جا۔ کہتے ہیں میراں صاحب نے اس پتھر کو اپنے ہاتھ سے روک لیا۔ میراں صاحب کی دو انگلیوں اور چھری کے نشانات اب تک نمایاں ہیں۔ یہ جگہ بھی زائرین کو دکھائی جاتی ہے۔ اس پتھر پر ایک نشان اور بھی ہے جس کے لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت میراں صاحب کے گھوڑے خنگ کی ٹاپ کا نشان ہے۔

درگاہ کے جنوبی دروازہ پر چھ شعر کندہ ہیں جن کا آخری شعر یہ ہے۔

از پئے تاریخ او کردم سوال از عقل کل

گفت جو تاریخ از روضہ سلطان دیں

اس شعر سے ۱۲۳۵ھ مطابق ۱۸۱۹ء برآمد ہوتا ہے۔

آثار قدیمہ قدیم زمانہ کی یادگار کے متعلق اب بہت کم نشانات اور آثار کندہ پر باقی رہے ہیں۔ تمام مینارے ول در دروازوں کے نام بدل گئے۔ درگاہ سے لہویں صدی عیسوی میں معرض وجود میں آئی۔ اس کا بیشتر حصہ خوش عقیدہ ہندؤں کا تعمیر کردہ معلوم ہوتا ہے۔ جو غالباً سلطنت مغلیہ کے بعد بنوایا گیا۔ ہندؤں کی بنوائی ہوئی عمارتوں میں سے بڑا حجاب سرہ اور کچہری موجود باقی ہیں۔

تمام شد

درگاہ میراں صاحب کا انتظام

درگاہ میراں صاحب اجمیر شریف کا انتظام ایک کمیٹی کے سپرد ہے جو ۱۸۶۷ء میں ایک اسکیم کے تحت میں قائم ہوئی جس کے تین ممبر ہوتے ہیں دو خدام آستانہ میں سے اور ایک صدر شہر کے مسلمان طبقے سے ممبروں کو خدام آستانہ چنتے ہیں اور صدر کو حکومت نامزد کرتی ہے۔ درگاہ کے اخراجات جاگیرات سے چلتے ہیں۔ اب آمدنی کچھ کم ہو گئی ہے۔ جس سے نہ درگاہ کے اخراجات پورے طور پر چلتے ہیں اور نہ عمارات درگاہ کی مرمت ہو سکتی ہے اور پہلے کا قرضہ بھی درگاہ شریف کی جانب باقی چلا آ رہا ہے جس کو کمیٹی ادا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ موجودہ کمیٹی کے صدر جناب منشی سید ظہور الحسن صاحب زیدی ہیڈ کلرک لوکل آفس اجمیر میونسپل کمشنر اجمیر ہیں یہ عالی دماغ اور روشن خیال شخص ہیں جو اپنے فرائض منصبی نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔

میں ملکی والیان ریاست اور زائرین (درگاہ میراں صاحب) سے اپیل کرتا ہوں کہ درگاہ شریف کی مرمت کرائیں۔ اسکی حفاظت مسلمانوں کا فرض ہے۔

میر احمدی (اجمیری)

نقشہ تاراگڈھ
بلند دروازہ
درگاہ حضرت میراں سید حسینؒ خنگ سوار
چلہ پیران پیر
شہر پناہ

itsurdu.blogspot.com
Muhammad Anees Uddin-Kham
gaoon, India